© rasailojaraid.com

حدیث اور مطابقتِ قرآن

(از جناب مولانا عبد الغفار حسن صاحب عمرپوری۔ لائلپور)

معاصر طلوعِ اسلام (بابت ماہ جون ۱۹۵۸ء) نے ماہنامہ "رحیق" بابت ماہ اپریل ۱۹۵۸ء میں شائع شدہ مضمون "احادیث نبویہ کی حجیت و حفاظت" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"اگر کوئی شخص آپ سے کہے کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول[1] اللہ نے فرمایا۔ میری حدیثوں کے رد و قبول کا معیار یہ ہے کہ جو حدیث قرآن کے مطابق ہو اسے قبول کرو اور جو اس سے مخالف نظر آئے اسے رد کردو، تو آپ بلا تامل کہہ دیں گے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ رسول اللہ نے ضرور ایسا فرمایا ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ قرآن کے خلاف کچھ کہہ ہی نہیں سکتے تھے۔ یہ جواب آپ ہی کا نہ ہوگا بلکہ ہر اس شخص کا ہوگا جو قرآن کی تعلیم، سنتِ نبوی کی روح[2] اور حضور کی سیرتِ طیبہ پر ذرا بھی نگاہ رکھتا ہو۔"

اس تبصرے سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پیش کردہ روایت میں حدیث کے پرکھنے کا جو معیار پیش کیا گیا ہے طلوعِ اسلام کے نزدیک قابلِ تسلیم ہے بلکہ وہ اس اصول کا بہت بڑا حامی ہے اور اسی بنا پر اس نے مولانا عبد الرؤف صاحب رحمانی پر غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے، کہ آخر انہوں نے ایسے اہم اصول پر مشتمل روایت کو موضوع و من گھڑت کیسے قرار دیدیا سوال یہ ہے کہ آیا واقعی طلوعِ اسلام اس اصول کا دل سے حامی ہے یا صرف حامیانِ حدیث کو ہدفِ طعن و تشنیع بنانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے؟

اس سوال کا جواب ذیل کی عبارت میں ملاحظہ فرمائیے، کہا گیا ہے۔

"مثلاً قرآن میں ہے "اٰتوا الزکوٰۃ"، یہ اصولی حکم ہے، حدیث میں ہے کہ زکوٰۃ کے معنی ہیں اڑھائی فی صدی کو نہ دو فیصدی کیا جا سکتا ہے نہ تین فیصدی گویا قرآن کے حکم سے مراد ہے اڑھائی فی صدی، اس میں ردوبدل کر دینے سے

---

[1] پرویز پارٹی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ درود شریف نہیں لکھتی (رحیق) [2] اس روح کو کشید کون کریگا؟ (رحیق)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین کی نفی ہو جاتی ہے" آپ فرمائیے کہ اس حدیث کے متعلق کس طرح فیصلہ کیا جائے کہ صحیح ہے یا غلط؟ آپ کہتے ہیں جو حدیث قرآن کے مطابق ہو اسے صحیح مان لیا جائے، لیکن یہاں تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اڑھائی فی صدی قرآن کے مطابق ہے یا خلاف؟

اب فرمائیے کہ ہمارے پاس وہ کون سا ذریعہ ہے جس سے ہم یقینی طور پر یہ کہہ سکیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غلط؟ مقام حدیث صفحہ ۳۲۸/۲ (شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام)

اسی کتاب میں دوسری جگہ کہا گیا ہے۔

"آپ نے دیکھ لیا ہو گا کہ حدیثوں کے پرکھنے کے معاملہ میں یہ اصول بھی کام نہیں دے سکتا (یعنی یہ اصول کہ وہ حدیث قبول کی جائے گی جو قرآن کے مطابق ہو) یہی وہ مقام ہے جہاں درحقیقت اقرار اور انکار حدیث کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ (یعنی اقرارِ حدیث والے کہتے ہیں کہ قرآن کے اصولی احکام کی وہی جزئیات شریعت کی حیثیت رکھتی ہیں جو رسول نے بیان فرما دیں۔ ان میں ذرا سا رد و بدل بھی دین کی نفی ہے۔

انکارِ حدیث والے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ ایسا ہے ہی نہیں جس سے یہ معلوم کیا جا سکے کہ فلاں جزئیات فی الواقعہ رسول اللہ نے متعین فرمائی تھیں۔" صفحہ ۳۴۳/۲

یہ دونوں اقتباسات واضح کر رہے ہیں کہ طلوع اسلام کے نزدیک حدیث کے پرکھنے کا یہ معیار ہی ناقابل اعتماد یا ناممکن العمل ہے۔ اب اگر کوئی شخص زیر بحث روایت کو محدثین کرام کی تحقیقات کی روشنی میں موضوع قرار دیتا ہے تو آخر اس نے کون سا ایسا گناہ کیا ہے جس کی بنا پر اس پر ُسنّے اور سر پیٹنے کی پھبتی کسی جائے اور اسے ہدفِ ملامت بنایا جائے۔

جب تک یہ تضاد رفع نہیں ہوتا اور طلوع اسلام کا موقف اس بارے میں پوری وضاحت کے ساتھ سامنے نہیں آتا۔ اس موضوع پر مزید گفتگو سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔

مقام حدیث کے مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ طلوع اسلام اپنے آپ کو انکار حدیث والوں (منکرین حدیث) میں شمار کرتا ہے۔ لیکن (باقی بر صفحہ ۴۷)

© rasailojaraid.com